خطبہ نمبر31

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خطباتِ جمعہ

موضوع: اعلیٰ حضرت کے رفاہی کارنامے اور خدمت خلق کا جذبہ

مرتب: حضرت مولانا غلام مصطفےٰ النعیمی، مدیر اعلیٰ سواد اعظم دہلی۔

پیش کش: روشن مستقبل دہلی

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اما بعد

فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

وَ ذَكِّرْهُمْ بِاَيّٰىمِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ (۵)

(سورہ ابراہیم آیت نمبر۵)

معزز حاضرین مجلس!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سامعین کرام! گفتگو شروع کرنے سے پہلے آئیے ہم سب مل کر اپنے آقا و مولیٰ سید ابرار، محبوب کردگار، شافع روز شمار، احمد مجتبیٰ محمد مصطفی ﷺ کی بارگاہ اقدس میں ہدیہ درود پاک کی سعادت حاصل کریں، پڑھیں باآواز بلند۔۔ اللھم صل علی سیدنا محمد و علی آلہ و صحبہ اجمعین.

بزرگو اور دوستو!

ہم نے جس آیت کریمہ کی تلاوت کا شرف حاصل کیا ہے پہلے اس کا ترجمہ سن لیں بعد میں اسی کے متعلق کچھ گفتگو کی جائے گی.

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَ ذَكِّرْهُمْ بِاَيّٰىمِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ (۵)

[سورۃ ابراھیم:5]

اور انہیں اللہ کے دن یاد دلا، بے شک اس میں نشانیاں ہیں ہر بڑے صبر والے شکر گزار کو۔

اس آیت کریمہ میں ہمیں اللہ کے دنوں کی یاد منانے کا حکم دیا اور فرمایا کہ ان دنوں میں اللہ تعالیٰ کی نشانیاں ہیں۔

یہ آیت کریمہ کو پڑھیں اور غور کریں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنے دنوں کی یاد منانے کا حکم دیا ہے. لیکن یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ سارے ہی دن اللہ تعالیٰ کے پیدا کردہ ہیں تو کس دن کو یاد کیا جائے؟ اور وہ مبارک دن کون سے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنا دن فرمایا۔ جب ہم اس آیت کریمہ کی تفسیر پڑھتے ہیں تو ہمیں اس سوال کا جواب ملتا ہے، حضرت صدر الافاضل فرماتے ہیں:

"ایام اللہ سے اللہ کی نعمتیں مراد ہیں ۔ حضرت ابن عباس و ابی بن کعب و مجاہد و قتادہ نے بھی ایام اللہ کی تفسیر (اللہ کی نعمتیں) فرمائیں ۔ مقاتل کا قول ہے کہ ایام اللہ سے وہ بڑے بڑے وقائع مراد ہیں جو اللہ کے امر سے واقع ہوئے ۔ بعض مفسرین نے فرمایا کہ ایام اللہ سے وہ دن مراد ہیں جن میں اللہ نے اپنے بندوں پر انعام کئے جیسے کہ بنی اسرائیل کے لئے من و سلوی اتارنے کا دن، حضرت موسی علیہ السلام کے لئے دریا میں راستہ بنانے کا دن (خازن و مدارک و مفردات راغب) ان ایام اللہ میں سب سے بڑی نعمت کے دن سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت و معراج کے دن ہیں، ان کی یاد قائم کرنا بھی اس آیت کے حکم میں داخل ہے اسی طرح اور بزرگوں پر جو اللہ تعالی کی نعمتیں ہوئیں یا جن ایام میں واقعات عظمیہ پیش آئے جیسا کہ دسویں محرم کو کربلا کا واقعہ ہائلہ، ان کی یادگار قائم کرنا بھی 'تذکیر بایام اللہ' میں داخل ہے ۔ بعض لوگ میلاد شریف معراج شریف اور ذکر شہادت کے ایام کی تخصیص میں کلام کرتے ہیں انہیں اس آیت سے نصیحت پذیر ہونا چاہیئے ۔ (تفسیر خزائن العرفان زیر آیت نمبر ۵ / سورہ ابراہیم)

اس تفسیر سے معلوم ہوا کہ جن دنوں سے محبوبان الٰہی کی یادیں وابستہ ہوں وہ دن قرآن کی زبان میں ''ایام اللہ'' کہلاتے ہیں۔ اسی لیے اہل سنت و جماعت سال کے مختلف ایام میں محبوبان خدا سے وابستہ دنوں میں خصوصی طور پر ان دنوں کی یاد مناتے ہیں تاکہ اللہ تعالیٰ کی نشانیاں ہمیں بھی حاصل ہو سکیں۔

کبھی عید میلادالنبی مناتے ہیں، کبھی یوم صدیق اکبر مناتے ہیں، کبھی یوم فاروق مناتے ہیں، کبھی یوم عثمان مناتے ہیں، کبھی مولیٰ علی کی یاد مناتے ہیں، کبھی امام حسین کا تذکرہ کرتے ہیں، کبھی امام اعظم کا عرس مناتے ہیں، کبھی غوث اعظم کا چرچا کرتے ہیں، کبھی غریب نواز کا ذکر کرتے ہیں، غرضیکہ خوش عقیدہ مسلمان سال کے مختلف دنوں میں اللہ والوں کی یاد مناکر قرآنی پیغام پر عمل کرتے ہیں۔ انہیں محبوبان خدا میں امام عشق و محبت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی علیہ الرحمہ بھی شامل ہیں، جنہیں 'آیت من آیات اللہ' کہا جاتا ہے ۔ جو اِس روے زمین پر عشقِ رسالت مآب کے عَلَمبَردار اور حُرمت و ناموسِ رسالت کے پہرے دار تھے.

آپ ہی جیسے بندگانِ خدا کے بارے میں آقائے کریم ﷺ نے یہ بشارتِ عظمیٰ عطا فرمائی ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ فِيمَا أَعْلَمُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، قَالَ: إِنَّ اللَّهَ يَبْعَثُ لِهَذِهِ الْأُمَّةِ عَلَى رَأْسِ كُلِّ مِائَةِ سَنَةٍ مَنْ يُجَدِّدُ لَهَا دِينَهَا ، . (سنن أبوداود، حدیث نمبر 4291)

بے شک اللہ تعالیٰ اس امت کے لیے ہر صدی پر ایک ایسے شخص کو بھیجے گا جو اس کے دین کو از سر نو نیا کر دے گا.

اعلیٰ حضرت انہیں عظیم المرتبت بندگان خدا کی جماعت کا حصہ ہیں جن کو اہل شریعت ”مجدد“ کے خصوصی نام سے یاد کرتے ہیں۔

یہی وہ جماعت ہے جو خداداد علم وفضل سے دین متین کی تعلیمات پر چھانے والی گردوغبار کو دور کرتی ہے.

اسی جماعت کے افراد رسوم ورواج کے دبیز پردوں میں چھپ جانے والی سنتوں کو زندہ کرتے ہیں اور اسلامی احکام کے بیان کرنے میں کسی ملامت، ناراضگی، دنیوی نقصان کی کوئی پرواہ نہیں کرتے۔

اس لیے دیکھا گیا ہے کہ انہیں کے زمانوں میں دیگر اہل علم ”رخصت وحکمت“ کے نام پر احکامِ دین بیان کرنے سے پہلوتہی کرتے ہیں لیکن اسی سخت ماحول میں یہ مجدِدِ وقت تمام خوف وخطر سے بے نیاز ہوکر احیاے دین کا کارنامہ انجام دیتا ہے بھلے ہی لوگ برا کہیں، ملامت کریں یا ان پر شدت پسندی کا الزام لگائیں۔ جب دین پر چھاجانے والے خطرات کے بادل چھنٹ جاتے ہیں، مسموم فضائیں راستہ بدل لیتی ہیں اور موسم دینی چھاجاتا ہے تب سبھی لوگ یہ کہنے پر مجبور ہوجاتے ہیں کہ واقعی ”مجدد وقت“ کا عمل ہی ضروری واہم تھا جس نے سخت وقت میں اسلامی فصل کی آبیاری کرکے دین کی نگہداشت فرمائی۔ یوں تو اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کی زندگی علم وعمل، ارشاد وسلوک، تقویٰ وطہارت اور بندگان خدا کی اصلاح وخدمت سے عبارت ہے لیکن آج کے خطاب میں اعلیٰ حضرت کی مبارک زندگی کے ایک انتہائی اہم باب ”خدمتِ خلق“ پر روشنی ڈالنے کی کوشش کی جائے گی تاکہ آپ کی زندگی کا یہ زریں باب بھی دنیا کے سامنے آسکے۔

رفاہ وامداداور خدمت خلق کامفہوم:

سب سے پہلے ہم یہ جان لیں کہ رفاہی کام کسے کہتے ہیں اور خدمت خلق کا مطلب کیا ہے؟ رفاہ وامداداور خدمت خلق جیسے الفاظ کم وبیش ایک ہی معنیٰ میں استعمال ہوتے ہیں۔ اور مذکورہ الفاظ کا معنیٰ مختلف لغات میں سماجی کام، مخلوق خدا کی بہبود، دیکھ بھال کا کام، رفاہ عام کا کام، خدمت خلق اور مخلوق خدا کی بہتری میں لگے رہنا، وہ کام جس سے لوگوں کو راحت پہنچے، کیا جاتا ہے اور اصطلاحاً خدمت خلق کا مفہوم ”اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے اس کی مخلوق خصوصًا انسانوں کے ساتھ جائز امور میں مدد کرنا ہے“۔

خلقِ خدا کی خدمت کرنا اللہ تعالیٰ کے نزدیک نہایت پسندیدہ ہے، روایت ہے:

الخَلْقُ كلُّهم عِيالُ اللهِ فأَحَبُّ الخلْقِ إلى اللهِ أنفَعُهُمْ لِعيالِه.

مخلوقِ خدا اللہ کی پرورش میں ہے۔ تو اللہ کے نزدیک سب سے پیارا وہ ہے جو اس کی مخلوق کے لیے سب سے زیادہ نفع بخش ہو. بندگان خدا کی خدمت سے جہاں مولی تعالی کی رضا حاصل ہوتی ہے وہیں اللہ تعالیٰ ایسے بندے کی محبت اپنے دوسرے بندوں کے دلوں میں بھی ڈال دیتا ہے، جس سے خدمت گار بندہ دیگر بندگانِ خدا کی نگاہوں میں بڑا محترم و معظم بن جاتا ہے.

اسی مفہوم کو حضرت شیخ سعدی علیہ الرحمہ یوں بیان فرماتے ہیں:

"ہر کہ خدمت کرد او مخدوم شد"۔ یعنی "جو شخص دوسروں کی خدمت کرتا ہے ایک دن وہ خود مخدوم بن جاتا ہے۔"

آج پوری دنیا میں چیرٹی اور رفاہی کاموں کی بڑی گونج ہے۔ ساری دنیا میں عیسائی اور یہودی مشنریاں چیرٹی کے کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتی ہیں اور یہ دکھاتی ہیں کہ دنیا میں انسانیت کے سب سے بڑے ہمدرد اور غم خوار وہی ہیں. لیکن رفاہی کاموں کی آڑ میں عیسائی اور یہودی مشنریاں اپنے مذموم ایجنڈے پھیلاتی ہیں۔ لیکن آج میں آپ کو بتاؤں کہ جس زمانے میں عیسائی اور یہودی ظلم وستم کے خوگر اور دوسروں کی حق تلفی کیا کرتے تھے اس وقت ہمارے آقا و مولیٰ حضور سید عالم ﷺ نے قرآن کریم اور اپنے ارشادات کے ذریعے لوگوں کو رفاہِ عام اور خدمتِ خلق کے کاموں پر ابھارا، بطورِ ثبوت قرآن واحادیث کے حوالے حاضر ہیں۔

رفاہ وامداد پر قرآنی ارشادات:

لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَ الْمَغْرِبِ وَ لٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ الْمَلٰٓىٕكَةِ وَ الْكِتٰبِ وَ النَّبِيّٖنَ ۚ وَ اٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِي الْقُرْبٰى وَ الْيَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِيْنَ وَ ابْنَ السَّبِيْلِ ۙ وَ السَّآىٕلِيْنَ وَ فِي الرِّقَابِ ۚ

[سورۃ البقرۃ:177]

ترجمہ: کچھ اصل نیکی یہ نہیں کہ منہ مشرق یا مغرب کی طرف کرو۔ ہاں اصلی نیکی یہ کہ ایمان لائے اللہ اور قیامت اور فرشتوں اور کتاب اور پیغمبروں پر، اور اللہ کی محبت میں اپنا عزیز مال دے رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور راہ گیر اور سائلوں کو اور گردنیں چھوڑانے میں۔

وَ يُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّ يَتِيْمًا وَّ اَسِيْرًا (۸)

[سورۃ الدھر/الانسان:8]

ترجمہ: اور کھانا کھلاتے ہیں اس کی محبت پر مسکین اور یتیم اور اسیر کو۔

وَ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَ لَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَیْـًٔا وَّ بِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا وَّ بِذِی الْقُرْبٰى وَ الْیَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِیْنِ وَ الْجَارِ ذِی الْقُرْبٰى وَ الْجَارِ الْجُنُبِ وَ الصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ وَ ابْنِ السَّبِیْلِۙ وَ مَا مَلَكَتْ اَیْمَانُكُمْؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرَاۙ (۳۶)

[سورۃالنساء:36]

ترجمہ: اور اللہ کی بندگی کرو اور اس کا شریک کسی کو نہ ٹھہراؤ. اور ماں باپ سے بھلائی کرو، اور رشتہ داروں، اور یتیموں اور محتاجوں اور پاس کے ہمسائے اور دور کے ہمسائے اور کروٹ کے ساتھی اور راہ گیر اور اپنی باندی غلام سے (بھلائی کرو)

تلاوت کردہ آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ بندوں کے ساتھ اچھا سلوک رب کو بہت زیادہ پسند ہے.

اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت کے بعد سب سے پہلے بندوں کے حقوق پر زور دیا۔ یہ الگ بات ہے کہ بندوں میں سب سے مقدم والدین ہیں لیکن عمومی طور پر ان آیات سے بندگان خدا کی حاجت برآری اور ان کی خبر گیری کا سبق ملتا ہے۔

آج کی اس ترقی یافتہ دنیا میں جب ہم رفاہ وامداد کے لئے بین الاقوامی اداروں کی منصوبہ بندی اور ان کے پروجیکٹس کو دیکھتے ہوئے اپنے آقا و مولیٰ ﷺ کے ارشادات گرامی کو دیکھتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ دنیا آج امداد انسانی کے لئے پلاننگ اور ترغیبی کام کر رہی ہے جبکہ ہمارے آقا ﷺ نے عہد جاہلیت میں ہی رفاہ وامداد اور غربا پروری کی وہ مثالیں قائم کی ہیں کہ زمانہ آج تک ان کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔

حضور مصطفیٰ جان رحمت نے رفاہی کاموں کو بڑے مضبوط و منظم انداز میں اپنی امت کے سامنے پیش کیا، اس کے اغراض و مقاصد کو واضح کرتے ہوئے اس کی اہمیت کو یوں بیان فرمایا:

خَیرُ النَّاسِ مَن یَّنفَعُ النَّاسَ۔ (کنزالعمال، ج:8، حدیث نمبر:42154)

بہترین انسان وہ ہے جو انسانوں کے لئے نفع بخش ہو۔

درج بالا قول رسول ایک ایسا جامع کلمہ ہے کہ جس کے احاطے میں کائنات کا ہر گوشہ شامل ہے۔ اپنے کسی بھی عمل سے انسانیت کو نفع پہنچانے والا شخص کائنات کا سب سے اچھا انسان ہے۔ شارع اسلام نے خدمت خلق اور غربا پروری کو کس قدر مقدس اور قرار دیا ہے اس کا اندازہ درج ذیل احادیث طیبہ سے لگایا جاسکتا ہے:

☆بھائی کے ساتھ حسن سلوک:

کسی ضرورت کے وقت اپنے بھائی کی ضرورت پوری کرنا ہی اصل اخوت ہے۔اس لئے آقائے کریم علیہ السلام نے بوقت ضرورت اپنے بھائی کی مدد کا حکم دیا ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ: حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے، نہ وہ اس پر ظلم کرتا ہے، اور نہ اسے بے یار و مددگار چھوڑتا ہے، جو شخص اپنے بھائی کی ضرورت پوری کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی ضرورت پوری فرماتا ہے، اور جو شخص اپنے کسی مسلمان بھائی کی کوئی دنیاوی مشکل حل کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کی قیامت کی مشکلات میں سے کوئی مشکل حل فرمائے گا۔اور جو شخص اپنے مسلمان بھائی کے عیوب چھپاتا ہے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے عیوب چھپائے گا۔

(بخاری، کتاب المظالم، حدیث:۲۳۱۰، مسلم، کتاب البر والصلۃ، باب تحریم الظلم، حدیث:۶۹۹۱)

☆دوسرے کے کام آنا۔

ضرورت کے وقت کسی کے کام آنا ہی اصل انسانیت اور آدمیت ہے۔ ہر انسان کسی نہ کسی وقت سخت حالات اور تنگ زمانے سے گزرتا ہے ایسے میں اگر ان کی مدد کی جائے تو نہ صرف ان کی خبر گیری ہوتی ہے بلکہ اپنی قدر و عزت میں بھی اضافہ ہوتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما، سے روایت ہے:

حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جو شخص اپنے مسلمان بھائی کے کام کے سلسلے میں نکلتا ہے یہاں تک کہ اسے پورا کر دیتا ہے، اللہ تعالیٰ اس پر پانچ ہزار (اور دوسری روایت میں ہے کہ) پچھتر (75) ہزار فرشتوں کا سایہ کر دیتا ہے۔ وہ فرشتے اس کے لئے اگر دن ہو تو رات ہونے تک اور رات ہو تو دن ہونے تک دعائیں کرتے رہتے ہیں اور اس پر رحمت بھیجتے رہتے ہیں۔اور اس کے اٹھنے والے ہر قدم کے بدلے اس کے لئے نیکی لکھی جاتی ہے اور اس کے رکھنے والے ہر قدم کے بدلے اس کا ایک گناہ مٹا دیا جاتا ہے۔

(شعب الایمان للبیہقی، حدیث:۹۶۶۷، المعجم الاوسط للطبرانی، حدیث:۶۹۳۴)

☆مسکینوں کی خبر گیری:

مسکین افراد سماج کے انتہائی ضرورت مند افراد ہوتے ہیں۔ اس لئے ان کی اعانت کرنا دیگر کاموں سے زیادہ ضروری ہے۔ حضور پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

''بیوہ اور مسکین کے لیے کوشش کرنے والا اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے کی طرح ہے۔قعنبی کو شک ہے کہ شاید امام مالک نے (حدیث بیان کرتے وقت) یہ بھی فرمایا کہ وہ اس شب بیدار کی طرح ہے جو کبھی سستی محسوس نہیں کرتا اور اس روزہ دار کی طرح ہے جو کبھی روزہ نہیں چھوڑتا''۔

(صحیح بخاری، ج:1، حدیث نمبر:)

☆کھانا کھلانے میں ترغیب و تعاون۔

اللہ رب العزت کے نزدیک کھانا کھلانا بہت پیارا اور محبوب عمل ہے. اسی عمل کی وجہ سے فرعون جیسا سرکش بھی بارگاہ مولیٰ سے ڈھیل پاجاتا ہے۔ تو اگر اہل ایمان یہ کام کریں تو رب کی عطا کا کیا عالم ہوگا۔

''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ سے کسی شخص نے سوال کیا۔ بہترین اسلام کون سا ہے۔آپ نے ارشاد فرمایا، ''تو کھانا کھلائے یا سلام کرے اس شخص کو جسے تو پہچانتا ہو یا نہ پہچانتا ہو''۔

(حاکم المستدرک علی الصحیحین، ج:2، حدیث:7172)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ''جو شخص اپنے کسی بھائی کو پیٹ بھر کر کھانا کھلائے اور پانی پلائے گا اللہ تعالیٰ اسے (دوزخ کی) آگ سے سات خندق جتنے فاصلے کی دوری پر کردے گا اور دو خندق کے درمیان پانچ سو (500) سال کا فاصلہ ہے''۔(حاکم المستدرک علی الصحیحین، ج:2، حدیث:7172)

☆یتیموں کی امداد:

جس طرح حضور اکرم ﷺ نے معاشرے کے دیگر محروم معیشت اور کمزور طبقات کے حقوق متعیّن فرمائے اسی طرح یتیموں کے حقوق کا بھی تعین فرمایا تاکہ وہ بھی کسی معاشرتی یا معاشی تعطل کا شکار ہوئے بغیر زندگی کے ہر میدان میں آگے بڑھ سکیں۔آپ نے یتیم کی کفالت کرنے والے کی فضیلت کو بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

''میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا جنت میں اس طرح نزدیک ہوں گے اور آپ نے انگشتِ شہادت اور درمیانی انگلی کو ملاتے ہوئے یہ بات فرمائی''۔

(صحیح بخاری، ج:5، حدیث نمبر:5659)

حضور سید عالم ﷺ کے فرامین عالی شان میں معاشرے کے ایک ایک ضرورت مند کی حاجت پوری کرنے کی ترغیب موجود ہے۔ اور ایسے امدادی کام کرنے والوں کو آپ نے اعلیٰ بشارتیں اور خوش خبریاں بھی عطافرمائیں.

آج اگر دنیا عالمی سطح پر رفاہ وامداد کا کام کر رہی ہے تو یہ سب مصطفی جان رحمت کا ہی صدقہ اور انہیں کی سیرت طیبہ پر عمل ہے۔ حالانکہ دنیا کی طاقتور قومیں رفاہ وامداد کی آڑ میں اپنے مفادات کی تکمیل کرتی ہیں اور ان سارے کاموں کے پردے میں تبدیلی مذاہب اور اپنے لئے کاروباری مفادات جیسے مقاصد ہوتے ہیں. جبکہ نبی رحمت ﷺ نے یہ سارے کام انسانی ہمدردی اور جذبۂ اخوت کے تحت کرنے کا حکم عطافرمایا ہے. اس لئے ضرورت ہے کہ امت مسلمہ اپنے نبی کی ان پیاری سنتوں کا احیا کرے اور اللہ کے بندوں کی حاجتوں کو پورا کرنے کے لئے انفرادی اور اجتماعی کوششیں کرے تاکہ ایک بار پھر مثالی معاشرے کی تشکیل کی جاسکے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا ماضی قریب کی وہ عظیم شخصیت ہیں جنہوں نے اپنی پوری زندگی نبی رحمت ﷺ کی پیاری سنتوں کو اپنی زندگی میں عملی طور پر اتار کر ہمارے لئے نمونہ عمل پیش کیا. ضرورت ہے کہ ہم اپنے بزرگوں کے طریقوں کو اپنانے کی کوشش کریں۔

امام احمد رضا اور اتباع قرآن وحدیث:

آپ کی درخشاں حیات میں ایسے ایسے روشن اوراق موجود ہیں جن کے مطالعے سے ذہن ودل روشن ہوجاتے ہیں۔

ابھی ہم نے رفاہی کاموں اور غریبوں کی امداد کے حوالے سے قرآن وحدیث کے جو حوالے نقل کیے ان کی روشنی میں رفاہی کاموں کی چند اہم شکلیں یہ بنتی ہیں:

☆محض رضائے مولیٰ کی خاطر اپنا مال رشتہ داروں، دوست واحباب پر خرچ کرنا۔

☆نیک کاموں پر ایک دوسرے کی مدد کرنا.

☆بھوکے شخص کو کھانا کھلانا بھی رب تعالیٰ کو انتہائی پسند ہے۔

☆ پڑوسی کے حقوق کا خیال رکھنا بھی رفاہ وامداد میں شامل ہے۔

☆ مسافروں کی ضرورتوں کا خیال رکھنا نیز ان کی سفری ضرورتوں کی تکمیل بھی چیرِٹی کا کام ہے۔

☆اپنے بھائیوں کی ضرورتوں کا خیال رکھنا۔

☆وقت ضرورت دوسروں کے کام آنا۔

☆مسکینوں اور ناداروں کی خبرگیری کرنا۔

☆بیوہ خواتین کی امداد کرنا۔

☆یتیموں کی امداد کرنا۔

یہ سب وہ رفاہی کام ہیں جن کا بیان قرآن واحادیث میں اللہ تبارک وتعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ نے کیا ہے۔اور مذکورہ تمام شکلیں وہ ہیں جو ایک انسان کی زندگی اور معاشرے کی اہم ضرورتیں تسلیم کی جاتی ہیں۔اس لئے ہر بندۂ مومن اور ایک صالح معاشرے کو چاہیے کہ وہ قرآن واحادیث میں مذکوران طریقوں کے مطابق رفاہی خدمات انجام دے تاکہ کل بروزِ محشر اپنے رب تعالیٰ کے سامنے سرخرو ہوسکے. جب ہم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کی زندگی کا جائزہ لیتے ہیں توان کی زندگی میں یہ سارے مناظر نظر آتے ہیں جن کا ذکر قرآن وحدیث میں کیا گیا ہے۔
آیئے اعلیٰ حضرت کی حیات کے ورق الٹتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ دنیا کو عشق رسالت کے جام پلانے والے امام کی زندگی کیسی تھی؟

-ضرروت مندوں کے ماہانہ وظیفے مقرر فرمانا:

اعلیٰ حضرت کوضرورت مندوں کی حاجت وضرورت کا اتنا خیال تھا کہ آپ نے مختلف مقامات کے افراد کی مالی ضرورتوں کی تکمیل کے لئے اپنی طرف سے ان کے ماہانہ وظیفے مقرر فرمادئے تھے اور ہر ماہ بلاناغہ ان کی ضرورت کے پیسے وقت پر پہنچانا اپنے ذمے لے رکھا تھا۔ اور یہ سلسلہ صرف اپنے شہر یا ملک تک ہی محدود نہیں تھا بلکہ آپ کی سخاوت کا دائرہ بیرون ہند تک پھیلا ہوا تھا، جیساکہ علامہ ظفرالدین رضوی بیان فرماتے ہیں:

”۔۔۔کاشانۂ اقدس سے کبھی کوئی سائل (مانگنے والا) خالی نہ پھرتا. اس کے علاوہ بیوگان کی امداد، ضرورت مندوں کی حاجت روائی، ناداروں کے توکلاً علی اللہ مہینے مقرر تھے۔ اور یہ اعانت فقط مقامی ہی نہ تھی بلکہ بیرون جات میں بذریعہ منی آرڈر رقومِ امداد روانہ فرمایا کرتے تھے۔

۔۔۔۔ایک مرتبہ ایک صاحب کی خدمت میں مدینہ طیبہ میں پچاس روپے روانہ کرنے تھے۔اتفاق سے اس وقت حضور (اعلی حضرت) کے پاس کچھ نہ تھا۔حضور (اعلی حضرت) نے بارگاہِ رسالت میں رجوع کیا کہ سرکار میں نے کچھ بندگان خدا کے مہینے حضور کے بھروسے پر اپنے ذمے مقرر کر لئے ہیں اگر کل منی آرڈر پچاس روپے کا روانہ ہوجائے گا توڈاک کے جہاز کے وقت پہنچ جائے گاورنہ تاخیر ہوجائے گی۔یہ رات حضور کی اسی کرب و بے چینی میں گزری۔ علی الصباح ایک سیٹھ صاحب حاضرِ آستانہ ہوئے، اور مبلغ اکاون روپے مولوی حسنین رضا خاں صاحب کے ذریعے مکان میں بطور نذر حاضر خدمت کئے۔اس وقت حضور (اعلی حضرت) پر بہت رقت طاری ہوئی اور مذکورہ بالا ضرورت کا انکشاف فرمایا۔ارشاد ہوا: یہ یقیناسرکار کا عطیہ ہے اس لئے کہ اکاون روپے ملنے کے کوئی معنیٰ نہیں سوائے اس کے کہ پچاس بھیجنے کے لئے فیس منی آرڈر بھی تو چاہیے۔چنانچہ اسی وقت منی آرڈر کا فارم بھرا گیا اور ڈاکخانہ کھلتے ہی منی آرڈر روانہ کردیا گیا۔"[حیات اعلیٰ حضرت:ج۱ص۱۱۹،۱۱۸]

اس روایت کو پڑھنے کے بعد ہمیں اعلیٰ حضرت کی زندگی کے یہ اہم معمولات پتا چلتے ہیں:

1۔آپ کا دائرۂ سخاوت ملک وبیرون ملک تک وسیع تھا۔

2۔ضرورت مندوں کے لئے ماہانہ وظیفے مقرر کرر کھے تھے۔

3۔ضرورت مند کی امداد کے لئے "منی آرڈر" جیسے پر تکلف ذرائع بھی استعمال فرماتے۔

4۔ضرورت مندوں کے وقت کا خاص خیال فرماتے تھے۔

5۔ان کی ضرورتوں سے اس قدر قلبی تعلق تھا کہ انتظام نہ ہونے سے نیند تک نہیں آتی تھی۔

6۔ضرورت مندوں کے لئے بہت ہی رقیق القلب اور نرم دل تھے۔انتظام نہ ہوتا تو آنکھوں سے آنسو جاری ہوجاتے تھے۔

7۔ان سارے کاموں کو پورا کرنے کے لئے انھیں اپنے آقا و مولیٰ حضور سید عالم ﷺ کی ذات کریمہ پر بے پناہ اعتماد و بھروسہ تھا۔اسی بھروسے کے سہارے وہ ہر ضرورت مند کی امداد کو اپنے ذمہ لے لیا کرتے اور ان کے آقا علیہ السلام نے بھی اپنے اس غلام کی ہر موڑ پر امداد و خبرگیری فرمائی، جس پر درج بالا واقعہ شاہد ہے، اور ایسا کیوں نہ ہوتا کہ کسی نے کہا ہے:

یہ دربار محمد ہے یہاں اپنوں کا کیا کہنا

یہاں سے ہاتھ خالی غیر بھی جایانہیں کرتے.

یوں تو اعلیٰ حضرت امام احمد رضا نے بارگاہِ رب عزوجل سے سخاوت اور امداد مسلمین کا ایسا جذبۂ صادقہ پایا تھا کہ ہر ضرورت مند کی ضرورت کو وہ اپنی ضرورتوں پر ترجیح دیا کرتے تھے لیکن جس ذات کریمہ سے انہیں دیوانگی کی حد تک عشق تھا۔جس کے بارے میں خود فرماتے ہیں۔

ہم عشق کے بندے ہیں کیوں بات بڑھائی ہے

مصطفیٰ جان رحمت ﷺ کی ذات اور آپ کی نسبتِ کریمہ سے آپ حد درجہ والہانہ لگاؤ اور احترام کے جذبات رکھتے تھے۔اس لئے ساداتِ کرام کی خدمت ہمیشہ دوسروں سے بڑھ چڑھ کر کیا کرتے تھے۔یہاں بطورِ شہادت اعلیٰ حضرت کی زندگی کا ایک واقعہ آپ کی نذر کرتے ہیں.سنیے اور امام احمد رضا کے عشق مصطفیٰ کو اپنانے کی کوشش کیجیے۔

بارگاہ رضامیں سادات کی دوگنا اہمیت اور نیاز مندانہ امداد:

رفاہ وامداد کے سلسلے میں جب بھی اعلیٰ حضرت کی زندگی کو دیکھا جاتا ہے تو یہ چیز روز روشن کی طرح نظر آتی ہے کہ انہوں نے سادات کی عزت افزائی میں ہمیشہ آگے بڑھ کر نیاز مندانہ نذریں پیش کرکے اپنی غلامی کا ثبوت پیش کیا ہے۔ان کے اس جذبۂ حبِ رسالت کو سمجھنے کے لئے یہ امدادی واقعہ پڑھیں:

ملک العلما فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ایک سید صاحب اعلیٰ حضرت کے مکان پر پہنچے تو اعلیٰ حضرت نے ان کی کس نیاز مندانہ طریقے پر امداد فرمائی وہ آبِ زر سے لکھنے کے لائق ہے۔علامہ ظفرالدین اس واقعہ کی منظرکشی کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”ایک سید صاحب بہت غریب مفلوک الحال تھے۔عسرت (تنگی) سے بسر ہوتی تھی۔۔۔۔ایک اتفاقِ وقت کہ پھاٹک میں کوئی نہ تھا۔۔۔۔۔۔اعلیٰ حضرت کے پاس اسی دن ذاتی اخراجاتِ علمی یعنی کتاب کاغذ وغیرہ دادودہش کے لئے دوسو روپے آئے تھے۔جس میں نوٹ بھی تھے،اٹھنی چونی اور پیسے بھی تھے کہ جس چیز کی ضرورت ہو صرف فرمائیں۔اعلیٰ حضرت نے آفس بکس کے اس حصے میں جس میں یہ سب روپے تھے،سید صاحب کی آواز سنتے ہی ان کے سامنے لاکر حاضر کر دیااور ان کے روبرو لئے ہوئے کھڑے رہے۔چنانچہ سید صاحب دیر تک ان سب کو دیکھتے رہے اس کے بعد ایک چونی لے لی۔اعلیٰ حضرت نے فرمایا حضور یہ سب حاضر ہیں۔سید صاحب نے فرمایا مجھے اتنا ہی کافی ہے۔الغرض سید صاحب ایک چونی لیکر سیڑھی پر سے اتر آئے۔اعلیٰ حضرت بھی ساتھ ساتھ تشریف لائے پھاٹک پر

ان کو رخصت کرکے خادم سے فرمایا دیکھوسید صاحب کو آئندہ سے آواز دینے،صدالگانے کی ضرورت نہ پڑے۔۔۔۔[حیات اعلیٰ حضرت:ج۱ص۳۰۶]

کیوں اپنی گلی میں وہ روادار صداہو

جو "نذر" لئے راہ گدادیکھ رہاہو

اس واقعہ میں اعلیٰ حضرت کی سادات کرام سے نیاز مندی کے جونظارے دکھائی پڑتے ہیں ذراان کونظر بھر کے دیکھ لیں:

☆اپنے خرچ کی پوری رقم کوسیدزادے کے سامنے پیش کردینایقیناًنسبت کی اہمیت کاپتادیتاہے۔ورنہ توآج کل انسان اپنی ضرورتوں کے بعددوسروں کے بارے میں سوچتاہے لیکن اعلیٰ حضرت کی نگاہ میں نسبتِ رسالت سب سے مقدم تھی۔

☆سائل کی بارگاہ میں ساری رقم پیش کرنااور نیازمندی کے ساتھ رقم لیکر کھڑے رہنااعلیٰ حضرت کاکمالِ ادب ہے۔

☆سیدزادے کاساری رقم چھوڑکر صرف ایک چوّنی لینا بتاتا ہے کہ سیدزادے کورقم کی ضرورت نہیں تھی وہ تواپنے نانا کے سچے عاشق صادق کی نیازمندی دیکھنے اور دنیاکوامام احمد رضاکی آل رسول کی بےلوث تعظیم کے جلوے دکھانے آئے تھے۔

☆نیازمندانہ امداد کے بعد سید صاحب کوباہر تک رخصت کرناسادات کرام کی عزت افزائی کاوہ خوب صورت نمونہ ہے جواعلیٰ حضرت کی قدرومنزلت اور بڑھادیتاہے۔

اس واقعہ کوبار بار پڑھئے اور امام کے عشق مصطفیٰ کوسمجھنے کی کوشش کیجیے. یہی وہ جذبۂ والہانہ تھاجس نے بریلی میں پیداہونے والے ایک افغانی پٹھان کوسیدوں کااعلیٰ حضرت بنادیاتھا،جس کے بارے میں خودان کے پیرخانہ کے آلِ رسول گواہی دیتے ہوئے کہتے ہیں:

عشقِ سرکاررسالت کااعزازدیکھئے

خان زادہ سیدوں کااعلیٰ حضرت بن گیا

اعلیٰ حضرت کے قریبی افراد گواہی دیتے ہیں کہ ایثار وسخاوت اعلیٰ حضرت کی زندگی کالازمہ تھی۔کوئی بھی موقع ہوتاآپ کی سخاوت کادریاامنڈپڑتا۔ایساہی ایک نظارہ اس وقت بھی دکھائی پڑاجب آپ کے بڑے شہزادے حجۃ الاسلام مولانا

حامد رضا قادری کے گھر میں مولانا ابراہیم رضا پیدا ہوئے۔ عموماً جب گھر میں بڑی مرادوں کے بعد بیٹا پیدا ہوتا ہے تو سبھی دوست واحباب میں مٹھائیاں تقسیم ہوتی ہیں، رشتہ داروں کی دعوتیں ہوتی ہیں، ان کے لئے تحفہ تحائف دئے جاتے ہیں لیکن امام اہل سنت کی فکر کا عالم دیکھئے کہ خوشی کے اس مبارک موقع پر سب سے پہلے کیا کام انجام دیتے ہیں۔

دنیا میں ایسے موقع پر سب سے پہلے اپنے رشتہ داروں، گھروالوں کو دعوت دیا کرتے ہیں مگر تاجدار مدینہ ﷺ کے اس عاشق وفاکیش کی کیفیت کا عالم یہ ہے کہ سب سے پہلے مدرسے میں علم دین حاصل کرنے والے آقائے کریم ﷺ کے مہمانوں کی ضیافت کا اہتمام فرماتے ہیں اور اس اعلیٰ درجے کی ضیافت فرماتے ہیں کہ زمانہ دیکھتا رہ گیا کہ کیا کوئی اس طرح بھی مہمانانِ رسول کی ضیافت کر سکتا ہے؟

پوتے کی ولادت کی خوشی میں طلبہ کی پر تکلف ضیافت:

علامہ ظفرالدین رضوی بیان فرماتے ہیں:

''حضرت حجۃ الاسلام مولانا شاہ حامد رضا خاں صاحب کو برابر بیٹیاں ہی پیدا ہوئیں. اسی لئے سبھی لوگوں کی دلی تمنا تھی کہ کوئی بیٹا ہوتا کہ اس کے ذریعے اعلیٰ حضرت کا نسب وحسب وفضل وکمالات کا سلسلہ جاری رہتا. خداوندِ عالم کی شان کہ ۱۳۲۵ھ میں ابراہیم رضا خاں سلمہ (یعنی تاج الشریعہ رَحِمہ اللہ کے والدِ گرامی) کی ولادت ہوئی۔ نہ صرف والدین اور اعلیٰ حضرت بلکہ جملہ متوسلین کو ازحد خوشی ہوئی. اس خوشی میں منجملہ اور باتوں کے اعلیٰ حضرت نے جملہ طلبائے مدرسہ اہل سنت ''منظر اسلام'' کی ان کی خواہش کے مطابق دعوت فرمائی. بنگالی طلبہ سے دریافت فرمایا''آپ لوگوں کی کیا خواہش ہے؟انہوں نے کہا''مچھلی بھات'' چنانچہ روہو مچھلی بہت وافر طریقے پر منگوائی گئی اور ان لوگوں کی حسبِ خواہش دعوت ہوئی۔

بہاری طلبہ سے دریافت فرمایا:

''آپ لوگوں کی کیا خواہش ہے؟

ان لوگوں نے کہا''بریانی زردہ، کباب، فیرنی، میٹھا ٹکڑا وغیرہ''۔

ان کے لئے یہ پر تکلف کھانا تیار کرایا گیا۔ پنجابی اور ولایتی طلبہ کی خواہش ہوئی ''دنبے کا خوب چربی دار گوشت تنور کی پکی گرم گرم روٹیاں''۔ ان لوگوں کے لئے وافر طور پر اسی کا انتظام ہوا۔ اس وقت خاص عزیزوں اور مریدوں کے لئے بھی جوڑا تیار کیا گیا تھا۔ نہایت ہی مسرت سے لکھتا ہوں کہ میں انہیں خاص لوگوں میں ہوں جن کے لئے جوڑا بھی تیار

کرایا گیا تھا۔ کرتا، پائجامہ، ٹوپی، جوتا تواسی زمانے میں پہن لیا تھا، مگر انگرکھا بہت قیمتی کپڑے کا تھا، گاہے گاہے اس کو پہنا کرتا تھا۔"

[حیات اعلیٰ حضرت: ج ا ص ۱۱۱، ۱۱۰]

اس واقعہ سے جو باتیں خصوصیت کے ساتھ نظر آتی ہیں وہ یہ ہیں:

☆خوشی کے موقع پر سب سے پہلے مہمانان رسول ﷺ کو یاد فرمایا جوان کے مصطفی جان رحمت سے بے پایاں عشق و محبت کا ثبوت ہے۔

☆رسول اللہ ﷺ کی سنت کریمہ کے مطابق مہمانان رسول سے ان کی خواہش کا کھانا دریافت کیا۔

☆ہر علاقے کے طالب علم سے انفرادی خواہش پوچھی، اجتماعی نہیں، یہ بھی سنت رسول کی ادائیگی کا بہت اعلیٰ معیار و مرتبہ ہے کہ ہر مہمان سے خواہش پوچھنے کی سنت بھی ادا ہوئی۔

☆رشتہ داروں کے ساتھ معزز مہمان طلبہ کے لئے بھی جوڑے تیار کرائے۔ عموماً ایسے مواقع پر لوگ اپنے قریبی رشتہ داروں کو ہی یاد رکھتے ہیں۔ مدارس کے طلبہ کی یاد کسے آتی ہے؟

لیکن امام عشق و محبت کی علم نبی ﷺ سے وابستگی ہی تھی کہ رشتہ داروں کے ساتھ طلبائے دین کے لئے بھی جوڑے کا اہتمام فرماتے ہیں۔

☆اہتمام کا عالم ہے کہ رسمی سے کپڑے [کرتا پائجامہ] ہی نہیں بناتے بلکہ ساتھ میں جملہ لوازمات مثلاً ٹوپی، جوتے حتیٰ کہ قیمتی کپڑے کی شیروانی بھی سلاتے ہیں۔ جس کو مال دار آدمی بھی بہت خاص موقع کے لئے ہی سلاتا ہے۔

☆کھانے میں روہو مچھلی، بریانی۔ زردہ، میٹھا ٹکڑا، دنبے کا گوشت جیسی مہنگی پر تکلف چیزیں شامل تھیں۔

مال دار لوگ بھی عام طور اتنے زیادہ اہتمام کا کھانا نہیں کھا پاتے، کسی بہت ہی اہم موقع اور خاص مہمانوں کے لئے اتنا تکلف کیا جاتا ہے لیکن اعلیٰ حضرت کی نگاہ میں "مہمان رسول" اتنے خاص تھے کہ ان کی خواہش پر اپنے دسترخوان کو چنندہ نعمتوں سے سجاکر علم دین اور نسبت رسول کا حق ادا کر دیا۔

تیری نسبت سے ہر چیز ہے پیاری ہم کو

ہم تیری ہی الفت میں جیا کرتے ہیں

خادموں کو خود کھانا کھلانا:

اعلیٰ حضرت کی عادت کریمہ تھی کہ آپ اپنی خدمت میں رہنے والے افراد کی بڑی دل جوئی فرماتے تھے۔کیوں کہ وہ لوگ صرف خدمت دینی کے جذبے کے تحت حاضر ہوتے تھے اس لئے آپ ان کے ساتھ بھی اعلیٰ درجے کا حسن سلوک فرماتے ایسا ہی ایک نظارہ اعلیٰ حضرت کی کتاب زندگی میں نظر آتا ہے جب آپ اپنے ایک خادم کو خود کھانا کھلاتے ہیں،ملک العلما نقل فرماتے ہیں:

”ذکاء اللہ خاں کا بیان کہ اعلیٰ حضرت ایک زمانے میں حسن میاں والے مکان میں تشریف رکھتے تھے۔ایک روز شہر میں کسی جگہ تشریف لے جانا ہوا. خادم ہمراہ گیا واپسی پر دوپہر کے کھانے کا وقت تھا،فرمایا ذرا ٹھہریے گا یہ کہہ کر مکان کے اندر تشریف لے گئے،چند منٹ کے بعد کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت میرے لئے سینی میں کھانا لئے ہوئے تشریف لا رہے ہیں۔اور مجھ سے فرمایا کھائیے۔میں شرم اور ندامت کے مارے ہمت نہیں کرتا تھا۔آخر کار حضرت کے اصرار کی وجہ سے کھانا دست مبارک سے لے لیا اور کھالیا۔[حیات اعلیٰ حضرت:ج۱:ص۱۶۹]

درج بالا واقعے میں بھی اعلیٰ حضرت کی خدمت خلق کے تئیں سنجیدگی کا جو منظر دکھائی پڑتا ہے وہ یقینا قابل تقلید ہے۔

☆اپنے خادم کے کھانے کا خیال رکھنا سچے مخدوم کی نشانی ہے۔

☆خادم کے لئے خود کھانا لیکر آنا ان کی متواضع اور منکسر المزاج شخصیت کا پتا دیتا ہے۔

☆خادم سے کھانے پر اصرار کرنا”انسانیت پروری“کی وہ مثال ہے جو آج عنقا ہے۔آج کے وقت میں خادم ہی اصرار کرتے ہیں مخدوم نہیں،لیکن اعلیٰ حضرت مخدوم ہونے کے باوجود خادم سے کھانے پر اصرار کرتے ہیں،یہ یقینا اعلیٰ حضرت کی اتباع سنت اور غربا پروری کی روشن مثال ہے۔

ہمارے آقا ﷺ کی عادت مبارکہ تھی کہ آپ کی بارگاہ میں جو بھی ہدایہ اور تحائف آتے تو حضور سید عالم ﷺ اسے فوراً ہی ضرورت مندوں میں تقسیم فرمادیا کرتے تھے۔کسی بھی چیز کو زیادہ دیر تک روکنا رسول ہاشمی علیہ السلام کی عادت شریفہ نہیں تھی۔تاجدار بریلی نے بھی حضور سید عالم ﷺ کی اس سنت کریمہ پر اپنی زندگی میں خوب عمل کیا اور جو کچھ بھی نذر ملتا اسے جلد سے جلد ضرورت مندوں میں تقسیم کردیا کرتے۔کئی بار ایسا بھی ہوتا کہ بڑی اور خطیر رقمیں بھی بطور نذرانہ آتیں لیکن اس رقم سے گھر کے لئے کچھ بھی نہ نکالتے اور ساری رقم تقسیم فرمادیتے۔حضرت ملک العلما ایسے ہی ایک واقعے کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں:

نذرانہ کی رقم ضرورت مندوں پر خرچ فرماتے:

علامہ ظفر الدین رضوی فرماتے ہیں:

۔۔۔ایک مرتبہ ایک ضرورت مند صاحب حاضرِ خدمت ہوئے۔ حضور نے ارشاد فرمایا اس وقت میرے پاس ساڑھے تین آنے ہیں اور وہ بھی بعض خطوط کے جوابات کے لئے رکھے ہیں اگر آپ فرمائیں تو حاضر کر دئے جائیں، حالانکہ آج کی ڈاک سے ایک منی آرڈر ڈھائی سو روپے کا آیا تھا اور وہ سب تقسیم کر دئے گئے، پہلے سے آپ آجاتے تو آپ کو بھی مل جاتا۔۔۔بعدہ حضور نے وہ ساڑھے تین آنے ان کے حوالے کر دئے۔

ڈھائی سو روپے کا ذکر کرنے کی وجہ؟ ملک العلما فرماتے ہیں:

حقیقتاً یہ بات تھی کہ ڈھائی سو روپے ہم خدام کے سامنے آئے تھے، اسی لئے بعض لوگوں کے وسوسے رفع کرنے کو خلاف معمول یہ بیان فرمایا: اور یہ کوئی نئی بات نہ تھی بارہا دیکھا گیا کہ جس وقت کوئی رقم آئی بکوشش اپنے پاس سے خرچ کر دیا کرتے۔ [ایضاً]

حیات رضا کے اس گوشے سے بھی کئی اہم نکتے ہمارے سامنے آتے ہیں:

☆جس زمانے میں اعلیٰ حضرت کا کتابوں وغیرہ ماہانہ خرچہ 200 روپے تھا، اس وقت بھی آپ کے شیدائی آپ کی بارگاہ میں ڈھائی سو روپے تک کا نذرانہ پیش کیا کرتے تھے۔ یہ آپ کی خداداد مقبولیت اور عوام الناس کی آپ سے بے لوث محبت کا ایک نمونہ ہے۔

☆امامِ اہلِ سنت جذبۂ اتباعِ سنت کے تحت نذرانہ قبول فرما لیتے لیکن اپنی شانِ سخاوت اور ادائے سنت کے تحت ایسی بڑی رقموں کو بھی فوراً ہی تقسیم کر دیا تھے۔ اس طرح نذرانہ دینے والے کی خواہش بھی پوری ہو جاتی اور ضرورت مندوں کی حاجت بھی پوری ہو جاتی۔

☆لوگوں کو بدگمانی سے بچانا بھی کارِ عقل منداں ہے۔ جیسا کہ اعلیٰ حضرت نے درج بالا روایت میں کیا، کہ کہیں کسی کے دل میں منفی خیال نہ پنپ پائے۔ کیوں کہ شیطان ایسے ہی موقع پر دلوں میں بدگمانی پیدا کرتا ہے، اس لئے صاحبِ منصب افراد کو خصوصاً اور عوام الناس کو بھی عموماً اس پر عمل کرنا چاہیے۔

☆سائل کا سوال اپنی ضرورت سے مقدم رکھتے تھے۔ یہاں تک کہ اپنی ضرورت کے لئے رکھے گئے پیسے بھی حاجت مندوں کو عطا کر دیتے۔ اعلیٰ حضرت کی اس ادا میں حضرت مولائے کائنات سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی سیرت طیبہ

کا عکس جمیل نظر آتا ہے، جب مولائے کائنات کے گھر پر آنے سائل کو دسترخوان کا کھانا بھی اٹھا کر دے دیا جاتا، خود بھوکے رہ جاتے ہیں لیکن سائل کو خالی ہاتھ نہیں لوٹاتے:

خود نہ کھاتے تھے اوروں کھلا دیتے تھے

ایسے صابر تھے محمد کے گھرانے والے

عالمی پیمانے پر رفاہ و امداد:

میری ملت کے جوانو! اپنے بزرگوں کی تاریخ پڑھا کرو۔ یہ جو آج تم لوگ احساس کمتری میں جیتے ہو، اس کی وجہ یہ ہے کہ تم لوگوں نے اپنے بزرگوں کی زندگیاں پڑھنا چھوڑ دیا۔ آج تم لوگ مارٹن لوتھر کو پڑھتے ہو، مدر ٹیریسا کو پڑھتے ہو کہ ان لوگوں نے انسانیت کے لیے بڑے کام کئے۔ میرے دوستو کبھی وقت نکال کر اپنے بزرگوں کو پڑھا کرو تو تمہیں پتا چلے گا کہ تمھارے بزرگوں نے انسانیت کے لیے کس قدر بڑے کارنامے انجام دئے ہیں۔ ابھی میں نے بیان کیا کہ اعلیٰ حضرت کے چیرٹی کاموں کا دائرہ صرف اپنے شہر اور ملک تک ہی محدود نہیں تھا بلکہ آپ انٹرنیشنل لیول پر لوگوں کی امداد اور ضرورتیں پوری فرماتے تھے۔ یہاں تک کہ سائلین کو منی آرڈر تک سے امداد فرماتے تھے۔ لیکن یہ ساری امدادی کاوشیں انفرادی انداز کی ہیں۔ لیکن کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ کوئی علاقہ، قوم اور ملک ہی کسی سخت مصیبت وآزمائش کا شکار ہو جاتا ہے۔ ایسے میں ان کی خبر گیری کرنا، ان کی ضرورت پوری کرنا ایک بہت بڑا کام ہوتا ہے۔ کسی ایک صوبے یا ملک کی مدد بغیر منصوبہ بندی اور منظم کوشش کے کما حقہ نہیں کی جا سکتی۔ جب ہم اعلیٰ حضرت کی ذات گرامی کو اس اینگل سے دیکھتے ہیں تو یہاں بھی ان کی ذات ایک انجمن نظر آتی ہے جو نہ صرف افراد کی ضرورتوں کا خیال رکھتی ہے بلکہ وہ مجموعی طور پر قوموں اور ملکوں کے حالات وحادثات پر بھی بھی نظر رکھتے ہیں اور ان کی ضرورتوں کی تکمیل کے لئے منصوبہ بند کوشش فرماتے ہیں۔

اعلیٰ حضرت کے زمانے میں ایسا ہی ایک واقعہ تب ظہور پذیر ہوا جب ۱۳۳۱ھ 1911ء میں سلطنتِ عثمانیہ میں شامل طرابلس پر اٹلی کی حکومت نے حملہ کیا۔ اس حملے نے پورے عالمِ اسلام کو مغموم کر دیا، کیوں کہ سلاطین عثمان پوری دنیائے اسلام کی آرزوؤں کا مرکز تھے۔ ان کی خلافت کے نام پر عالم اسلام کافی حد تک متحد تھا۔ خلافت کے نام سے ہی برطانیہ ویوروپ لرزہ براندام رہتے تھے۔ لیکن مسلسل داخلی سازشوں اور اپنوں کی غداری سے اغیار کی ہمتیں بڑھ رہی تھیں، جس کی وجہ سے اٹلی حکومت نے عثمانی سلطنت میں شامل طرابلس الغربی پر حملہ کر دیا۔

اس حملے کی وجہ سے ترک قوم سخت حالات کا سامنا کر رہی تھی ایک طرف اٹلی جیسا مضبوط دشمن تھا تو دوسری جانب داخلی دشمن دردِ سر بنے ہوئے تھے، ایسے میں ضرورت تھی کہ عالم اسلام ترکی حکومت کی امداد لئے اٹھ کھڑا ہو۔ اور اسلامی جذبے سے سرشار ہوکر دنیا بھر کے مسلمان ترکی حکومت اور عوام کی مدد کے لئے اپنے اپنے مال و دولت نکالنے لگے۔ ایسے سخت ماحول میں وطن عزیز ہندوستان کے مسلمان بھی پیچھے نہیں رہے بلکہ انہوں نے بھی قومی غیرت کا ثبوت دیتے ہوئے اپنے ترک بھائیوں کے لئے امداد جمع کرنا شروع کی۔ وقت بڑا پر آشوب تھا، ہندوستان اس وقت انگریزوں کی غلامی میں تھا اور ترکی عالمی طاقتوں کے نرغے میں گھرا تھا۔ اس موقع کی کچھ روداد حضرت ملک العلما نے درج فرمائی ہے:

طرابلس پر اٹلی کے حملے پر اعلیٰ حضرت کا بیان اور مالی اعانت:

طرابلس پر اٹلی کے حملے اور مسلمانان ہند کی جذبۂ اخوت اور ترک عوام سے اعلیٰ حضرت کی محبت و انسیت کا ذکر کرتے ہوئے ملک العلما تحریر فرماتے ہیں:

”اسی طرح رجب ۱۳۳۱ھ میں اٹلی نے طرابلس الغرب پر حملہ کر دیا اس سے ساری دنیائے اسلام میں یوروپ کے خلاف رنج و غم کی لہر دوڑ گئی اور ہر شخص بقدر حیثیت اس میں حصہ لینے لگا۔ حضرت مولانا سلیمان اشرف صاحب بریلی تشریف لائے اور مسلمانان بریلی کو اس طرف متوجہ فرمایا۔ ان دنوں مسجد ”بی بی جی“ میں جہاں اعلیٰ حضرت کا ”مدرسہ منظر اسلام“ تھا۔ مسلمانان اہل سنت بریلی کا اجتماع ہوا اور حضرت مولانا نے پر زور تقریر فرمائی تو اعلیٰ حضرت امام اہل سنت نے اپنی طرف سے مبلغ پانچ سو روپے عطا فرمائے۔ پھر کیا تھا چندوں کی بارش شروع ہو گئی اور موسلا دھار بارش کی کیفیت ظاہر ہوئی، تیرہ ہزار روپے جمع ہو گئے۔ [حیات اعلیٰ حضرت: ج۲ ص۱۴]

ملت کے جوانو!

اس واقعے پر غور کریں اور اس زمانے کے منظر نامہ کو سمجھنے کی کوشش کریں جو اس وقت ایک بڑی مصیبت بن کر اسلامیانِ عالم کے لئے سوہانِ روح بنا ہوا تھا۔ تاریخی دریچوں سے آنے والی کرنوں کی روشنی میں اگر اس واقعہ کا تجزیہ کیا جائے تو ہمارے سامنے کئی اہم سبق نظر آتے ہیں جن پر عمل کرنے کی آج بھی بڑی ضرورت ہے۔

جنگ طرابلس پر اسلامیان ہند کے جذبات:

☆جنگ طرابلس 1911ء میں ہوئی یعنی آج سے قریب ایک سو آٹھ [108] سال پہلے. مگر اس زمانے میں اہلِ اسلام کے مابین دینی رشتہ اس قدر مضبوط تھا کہ ترک بھائیوں کی پریشانی پر ہندوستانی مسلمان بن پانی کی مچھلی کی طرح تڑپ رہے تھے۔

☆یہ وہ زمانہ تھا کہ جب اسلامیان ہند خود برطانوی غلامی کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے لیکن اسلام کا دینی رشتہ اس درجہ غالب تھا کہ اپنی غلامی کے درد کو بھول کر انہیں ترک بھائیوں کے درد کا خیال تھا، اسی کی ترجمانی کرتے ہوئے اقبال نے کہا تھا:

اخوت اس کو کہتے ہیں چبھے کانٹا جو کابل میں

تو ہندوستاں کا ہر پیر و جواں بیتاب ہو جائے

☆اس سخت زمانے میں بھی علمائے اہل سنت اس قدر زمانہ شناس تھے کہ ان کی نگاہ پورے عالمِ اسلام پر رہتی تھی۔ اسی لئے جیسے ہی ترکی پر حملہ ہوا تو مولانا سید سلیمان اشرف صاحب ترک بھائیوں کی امداد کی مشاورت کے لئے بریلی شریف چلے آئے۔

☆مولانا سید سلیمان اشرف صاحب کا ترک حکومت کی مدد کے لئے بغرض مشاورت بریلی آنا یہ اس بات کی غمازی کرتا ہے کہ اس زمانے کے اکابر علما ہر اہم معاملے میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کی بارگاہ میں رجوع کیا کرتے تھے۔

☆اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خود ایسے معاملات میں حد درجہ متحرک وفعال تھے، اس لئے جیسے ہی مولانا سلیمان اشرف صاحب آئے تو فوراً ہی ترک بھائیوں کی امداد کے لئے ایک جلسہ منعقد کرایا گیا۔

☆مسلمانان بریلی کی زندہ دلی اور ترک عوام سے محبت دیکھئے کہ ایک ہی مجمع سے 13 ہزار روپے کی خطیر رقم جمع ہو جاتی ہے۔ اور یہ رقم اس زمانے میں اکٹھا ہوتی ہے جب مسلمانان ہند مسلسل انگریزی ظلم واستبداد کا شکار تھے، انہیں خود قدم قدم پر مسائل کا سامنا تھا، لیکن داد دیجئے ان صاحبان ایمان افراد کو، جنہوں نے اپنا دکھ درد بھول کر اپنے ترک بھائیوں کے لئے اپنا روپیہ پیش کر کے ایثارِ صحابہ کی نظیروں کی یاد دلائی۔

☆اعلیٰ حضرت کا ترک عوام سے جذبۂ محبت دیکھئے کہ اسی محفل میں اپنی جیب خاص سے پانچ سو روپے عطا فرماتے ہیں۔ اس زمانے میں ایک روپے کی قیمت برطانوی پونڈ کے برابر تھی، اگر آج کے وقت سے اندازہ لگائیں تو تنہا امام احمد رضا نے قریب پانچ لاکھ کی خطیر رقم پیش فرمائی.

☆اس وقت کچھ لوگ ترکوں کی حمایت کے نام پر کانگریسی سیاست کو طاقت ور اور توانا کرنے میں لگے تھے مگر اعلیٰ حضرت اور عوام اہل سنت نام و نمود سے دور اپنے ترک بھائیوں کی امداد واعانت اور بارگاہ مولیٰ میں ان کی فتح ونصرت کی دعائیں مانگ رہے تھے۔

دنیا کے لوگوں کو پڑھنے والو! آؤ اور اعلیٰ حضرت کے جذبۂ رفاہ وامداد کو دیکھو کہ ایسے سخت دور میں بھی ان کے جذبہ اور امداد کا یہ عالم تھا. وہ ملک سے لیکر دوسرے ممالک تک امداد فرماتے تھے۔ یہاں اس بات کو بھی نگاہ میں رکھیں کہ یہ جذبہ تنہا امام احمد رضا کا ہی نہیں تھا بلکہ انہوں نے اپنے وابستگان اور مریدین ومحبین میں بھی اخوتِ اسلامی کی جوت جگا رکھی تھی جس کی وجہ سے مسلمانان بریلی اپنا رنج وغم بھول کر ہزاروں میل دور بسے ترک بھائیوں کے لئے پیش قدمی کرتے ہیں۔ یقیناً یہی وہ جذبہ ہے جس کے بارے میں آقائے کریم ﷺ نے فرمایا ہے:

الْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ, لَا يَظْلِمُهُ, وَلَا يُسْلِمُهُ, وَمَنْ كَانَ فِي حَاجَةِ أَخِيهِ, كَانَ اللَّهُ فِي حَاجَتِهِ, وَمَنْ فَرَّجَ عَنْ مُسْلِمٍ كُرْبَةً, فَرَّجَ اللَّهُ عَنْهُ كُرْبَةً مِنْ كُرُبَاتِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ, وَمَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا, سَتَرَهُ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ. (مسلم شریف، کتاب البر والصلۃ والادب: حدیث نمبر:3832)

ترجمہ: حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مسلمان مسلمان کا بھائی ہے۔ وہ نہ اس پر ظلم کرتا ہے اور نہ اس کو کسی ہلاکت میں ڈالتا ہے۔ جو آدمی اپنے بھائی کی حاجت روائی میں رہتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کی حاجت روائی میں رہتا ہے، جو آدمی کسی مسلمان کی مصیبت کو دور کرے گا، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی مصیبت کو دور فرمائے گا۔ اور جو کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرتا ہے, اللہ عزوجل قیامت کے دن اس کی پردہ پوشی فرمائے گا.

جنگِ بلقان پر ترکوں کی امداد:

جنگِ بلقان کے موقع پر جب بلقانی ریاستوں نے سلطنتِ عثمانیہ کے خلاف جنگ شروع کی تو اس وقت پورے عالم اسلام میں غم وغصے کی لہر دوڑ گئی۔ ہر شخص متفکر تھا، کہ ابھی کچھ وقت پہلے ہی طرابلس (لیبیا) پر حملہ ہوا تھا اور اب اتنی جلدی بلقان کی جنگ سر پر آن پڑی۔ ایسے نازک موقع پر مسلمانان ہند کے دل اپنے ترکی بھائیوں کے لئے بڑے بے چین تھے۔ خود اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی اپنے ترک بھائیوں کے لئے بڑے غم زدہ تھے اس لئے آپ نے ان کی امداد

کے لئے ایک مخلصانہ اور مدبرانہ فیصلہ فرمایا۔ مسئلہ چوں کہ بہت بڑا تھا اس لئے دائرہ امداد کا بڑا ہونا بہت ضروری تھا۔ یوں تو اعلیٰ حضرت انفرادی طور پر نہ جانے کتنے لوگوں کی امداد و خبر گیری فرماتے تھے لیکن یہاں پوری قوم کا مسئلہ تھا اس لئے آپ نے مومنانہ جذبے کے ساتھ ترکوں کی مدد کے لئے جملہ ہندوستانی مسلمانوں سے ایک اپنی ایک ماہ کی آمدنی دینے کا اعلان فرمایا۔ اور سب سے پہلے خود ایک ماہ کی آمدنی اپنے ترک بھائیوں کے لئے پیش فرمائی۔ اس موقع پر اعلیٰ حضرت نے مسلمانان ہند کو آواز دیتے ہوئے لکھا:

"۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اب بھی اگر تمام ہندوستان کے جملہ مسلمان امیر فقیر، غریب، رئیس اپنے سچے ایمان سے ہر شخص اپنے ایک ماہ کی آمدنی دے دے تو گیارہ مہینوں کی آمدنی میں بارہ مہینہ گزر کر لینا کچھ دشوار نہ ہو۔ اور اللہ عزوجل چاہے تو لاکھوں پونڈ جمع ہو جائیں۔"

[حیات اعلیٰ حضرت: ج۲ص۲۲]

اللہ اکبر! یہ تھا اعلیٰ حضرت کا جذبۂ رفاہ وامداد کہ ترک بھائیوں کی امداد کے لئے آپ کتنا مدبرانہ اور کتنا شاندار طریقہ تجویز فرماتے ہیں:

☆ہر مسلمان اپنی ایک ماہ کی کمائی اپنے ترک بھائیوں کے لئے پیش کرے۔

☆کسی بھی انسان کے لئے 11 مہینے کی کمائی میں 12 مہینے گزارنا کوئی خاص مشکل کام نہیں ہے۔

☆اس طرح کسی ایک پر زیادہ بوجھ بھی نہیں پڑے گا اور ترکوں کے لئے لاکھوں روپے جمع ہو جائیں گے۔

☆ یہ طریقہ اتنا آسان ہے کہ اس پر ہر شخص چاہے وہ امیر ہو یا غریب، مالک ہو یا مزدور، سبھی عمل کر سکتے ہیں۔

☆اعلیٰ حضرت کی سخاوت اور اہل اسلام سے سچی محبت اظہر من الشمس دکھائی پڑتی ہے۔

☆مسلمانوں کو دیگر اہل اسلام کے ساتھ جذبۂ خیر خواہی سکھاتے ہیں اور اخوت اسلامی کا سبق یاد کراتے ہیں۔

آخری بات:

عزیز ساتھیو!

اب تک کی گفتگو سے یہ بات خوب روشن ہو چکی ہے کہ امام اہل سنت اعلیٰ حضرت جہاں اپنے علم و فن، فقہ وافتا اور ارشاد و سلوک کے حوالے سے مشہور و معروف ہیں وہیں آپ خدمت خلق، امداد مسلمین اور غربا پروری میں بھی اس مقام پر فائز ہیں جو حضور سید عالم ﷺ کا پسند فرمودہ اور بندگان خدا کی فلاح و بہبود کا ایک بڑا ذریعہ ہے۔ آج جبکہ

مغربی دنیا اپنے پروپیگنڈہ کے زرو پر یہ جتانے کی جی توڑ کوشش کر رہی ہے کہ خدمت خلق کا تصور ان کا ایجاد کردہ ہے۔ایسے ماحول میں اس بات کی اہمیت مزید بڑھ جاتی ہے کہ ہم اپنے بزرگوں کی رفاہی خدمات کو اکیڈمک انداز اور مناسب اسلوب میں دنیا کے سامنے پیش کریں اور بتائیں کہ اے اہل مغرب !تم نے رفاہ وامداد کو محض اپنے مفادات کی تکمیل کا ذریعہ بنایا ہے کہ اسی کے ذریعے تم لوگ غریب ممالک کے داخلی معاملات میں دخیل ہوتے ہو۔ جھوٹی بیماریوں کا پروپیگنڈہ پھیلا کر کسی ملک کی عوام کو خوف زدہ کرنا اور بعد میں مسیحائی کے نام پر کچھ دن امداد کر کے اپنی کمپنیوں کے توسط سے لوگوں کی جیبیں خالی کرنا تمھارا محبوب مشغلہ ہے، لیکن اسلام میں اللہ کے بندوں کی خبر گیری کو عبادت کا درجہ دیا ہے۔ اور عبادت وہی خالص ہوتی ہے جو دنیوی غرض سے پاک ہوتی ہے۔ اسی لئے ہمارے نبی محتشم ﷺ نے اپنی پیاری زندگی سے ہمیں بلاغرض فلاح عوام کے کاموں کی ترغیب عطا فرمائی۔ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت اپنے محبوب صادق ﷺ کے سچے غلام اور پکے عاشق تھے اس لئے انہوں نے امداد مسلمین اور غربا پروری کو اپنی زندگی کا ایک لازمی حصہ بنائے رکھا اور تاحیات اس پر عمل کرتے رہے اور بوقت وصال بھی غربا کے ساتھ ہمدردی اور خیر خواہی کی تلقین فرمائی جس کی تفصیل آپ کے وصایا شریف میں مذکور ہے۔ آج جب کہ امام احمد رضا کے وصال کو ایک صدی ہو چکی ہے۔ زمانے بھر میں امام کے صد سالہ عرس کی تقریبات منعقد ہو چکی ہیں, اور اب ایک سو ایک سالہ عرس کا دن آنے والا ہے, تو ایسے میں وابستگان رضویہ اور جملہ محبین اعلیٰ حضرت کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ آپ کی زندگی کے ایسے غیر معروف پہلوئوں سے بھی زمانے کو روشناس کرائیں تاکہ عوام کو پتا چل سکے کہ ہمارے قائدین نے ایمان وعقیدے کی بھی حفاظت کی ہے اور بوقت ضرورت ان کے گھروں کی کفالت بھی کی ہے۔ اور اس شان سے کی ہے جس کو پڑھ کر بے اختیار یہی کہنا پڑتا ہے۔

تمھاری شان میں جو کچھ کہوں اس سے سوا تم ہو
قسیم جام عرفاں اے شہ احمد رضا تم ہو

☆☆☆

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین
السلام عليكم ورحمة الله